زمانہ | اوپر گزر چکا کہ حضرت امام اعظم جس زمانے میں پیدا ہوئے یہ صحابۂ کرام کا اخیر اور تابعین کا ابتدائی دور تھا۔ اس دور میں بھی قریب قریب بیس صحابۂ کرام باحیات تھے۔ جیسا کہ دُرِّ مختار میں ہے، اسکو بعض لوگوں نے مبالغہ پر محمول کیا ہے۔ لیکن میں نے اکمال کی مدد سے جو فہرست مرتب کی ہے۔ وہ مندرجہ ذیل ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت کس سن میں ہوئی اس بارے میں دو قول مشہور ہیں۔ سنہ ۸۰ھ یا سنہ ۷۰ھ زیادہ تر لوگ سنہ ۸۰ھ کو ترجیح دیتے ہیں۔ لیکن بہت سے محققین نے سنہ ۷۰ھ کو ترجیح دی ہے۔ اس خادم کے نزدیک بھی یہی صحیح ہے کہ حضرت امام کی ولادت سنہ ۷۰ھ میں ہوئی۔ اگر سنہ ۸۰ھ ہی میں ولادت مانیں تو اس وقت یہ مندرجہ ذیل صحابۂ کرام مختلف دیار میں باحیات تھے۔

(۱) حضرت انس بن مالک بصرہ میں متوفی سنہ ۹۲ھ یا سنہ ۹۳ھ (۲) حضرت مالک بن الحویرث بصرہ میں متوفی سنہ ۹۴ھ (۳) حضرت سہل بن سعد ساعدی مدینے میں متوفی سنہ ۸۸ھ یا سنہ ۹۱ھ مدینہ طیبہ میں وصال فرمانے والے صحابۂ کرام میں آپ سب سے اخیر ہیں۔ (۴) مالک بن اوس مدینے میں متوفی سنہ ۹۲ھ (۵) حضرت واثلہ بن الاسقع شام میں متوفی سنہ ۸۳ھ یا سنہ ۸۵ھ یا سنہ ۸۶ھ (۶) مقدام بن معدیکرب شام میں متوفی سنہ ۸۷ھ (۷) حضرت ابو اُمامہ باہلی حمصی، شام میں متوفی سنہ ۸۶ھ (۸) ابوالطفیل عامر بن واثلہ بروایتے مکہ میں متوفی سنہ ۱۰۰ھ یا سنہ ۱۱۰ھ (۹) حضرت عمرو بن حُریث کوفے میں متوفی سنہ ۸۵ھ (۱۰) حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ کوفے میں متوفی سنہ ۸۷ھ کوفے میں وصال فرمانے والے صحابۂ کرام میں سب سے آخر ہیں۔ (۱۱) حضرت ابو امامہ انصاری متوفی سنہ ۱۰۰ھ (۱۲) حضرت سائب بن خلاد متوفی سنہ ۹۱ھ (۱۳) حضرت ابو البَدّاح متوفی سنہ ۱۱۷ھ (۱۴) محمود بن ربیع متوفی سنہ ۹۹ھ (۱۵) محمود بن لبید متوفی سنہ ۹۶ھ (۱۶)

۱؎ حاکم، ۲؎ اعلام الموقعین لابن قیم امام غیر مقلدین ۔

قبیصہ بن ذویب متوفی سنہ ۸۶ھ (۱۷) حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقاری متوفی سنہ ۸۱ھ (۱۸) حضرت عبداللہ بن جزء مصر میں متوفی سنہ ۸۶ھ (۱۹) سائب بن یزید متوفی سنہ ۸۲ھ یا ۹۱ھ یا سنہ ۹۴ھ۔[۱]

برنبائے تحقیق جب حضرت امام اعظم کی ولادت سنہ ۷۰ھ میں ہوئی ہے تو مزید ان صحابۂ کرام کا زمانہ بھی انہیں نصیب ہوا۔

(۲۰) حضرت جابر بن عبداللہ انصاری مدینے میں متوفی سنہ ۷۴ھ (۲۱) حضرت ابو سعید خدری مدینے میں متوفی سنہ ۷۴ھ (۲۲) حضرت سلمہ بن اکوع مدینہ میں متوفی سنہ ۷۴ھ (۲۳) حضرت رافع بن خدیج مدینے میں متوفی سنہ ۷۴ھ (۲۴) حضرت جابر بن سمرہ کوفے میں متوفی سنہ ۷۴ھ (۲۵) حضرت ابو جحیفہ کوفے میں متوفی سنہ ۷۴ھ (۲۶) حضرت زید بن خالد کوفے میں متوفی سنہ ۷۸ھ (۲۷) حضرت محمد بن حاطب بروایتے کوفے بروایتے مکے میں متوفی سنہ ۷۴ھ (۲۸) حضرت ابوثعلبہ خشنی متوفی سنہ ۷۵ھ (۲۹) حضرت عبداللہ بن بُسر متوفی سنہ ۸۸ھ (۳۰) سائب بن خباب متوفی سنہ ۷۷ھ۔[۲] اگر کچھ اور کوشش کی جاتی تو یہ تعداد اور بڑھ جاتی ان میں سے کم از کم سات صحابۂ کرام کی زیارت حضرت امام نے کی ہے۔ حضرت انس کی۔ ان کو حضرت امام نے کئی بار دیکھا ہے فرمایا کہ وہ سُرخ خضاب استعمال کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن اوفیٰ کو جن کا سنہ ۸۷ھ میں کوفے میں وصال ہوا اور سہل بن سعد ساعدی اور ابوالطفیل عامر بن واثلہ۔ اور عمرو بن حریث ان کا بھی سنہ ۸۵ھ میں کوفے میں وصال ہوا اور عبداللہ بن حارث بن جزء اور واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ بلکہ بعض محققین اس کے بھی قائل ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی زیارت کی بلکہ ان سے حضرت امام نے حدیث بھی سنی ہے اس کی کچھ لوگ اس لئے مخالفت کرتے ہیں کہ حضرت جابر کا وصال سنہ ۷۴ھ میں ہوا۔ اور حضرت امام کی ولادت سنہ ۸۰ھ میں ہوئی ہے۔ لیکن جیسا کہ ہم بتا آئے ہیں کہ بہت سے محققین نے یہ کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ حضرت امام کی ولادت سنہ ۷۰ھ میں ہوئی تو کوئی اعتراض نہیں۔ اس تقدیر پر تین اور صحابہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضرت جابر بن سمرہ، حضرت ابو جحیفہ، حضرت زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اور حضرت محمد بن حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک قول کی بناء پر کوفے ہی وصال فرمایا اس قول کی بنا پر ان حضرات کی بھی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اس لئے حضرت امام اعظم تابعی ہوئے۔ اور ان احادیث کے مصداق ہوئے۔

طوبیٰ لمن رآنی وآمن بی وطوبیٰ لمن رای من رآنی۔ — اے خوشی کا مژدہ ہو جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا۔ اور اسے جس نے میرے دیکھنے والوں کو دیکھا۔

لا تمس النار مسلما رآنی ورای من رآنی۔ رواہ الترمذی مشکوٰۃ ص ۵۵۴۔ — اس مسلمان کو آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والوں کو دیکھا۔

۱؎ اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۲۲، ایضاً ج ۲ ص ۱۲، ۲؎ اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۱۳۔

خیر امتی قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم میری امت میں سب سے بہتر میرے زمانے والے ہیں پھر وہ
متفق علیہ۔ مشکوٰۃ ص۵۵۳۔ جو ان کے بعد ہیں پھر وہ جو ان کے بعد ہیں۔

یہ وہ فخر ہے جو حضرت امام اعظم کے اقران میں دوسرے ائمہ کو نصیب نہ ہوا نہ امام مالک کو نہ امام اوزاعی کو نہ سفیان ثوری کو نہ لیث بن سعد کو۔ حضرت امام کا تابعی ہونا اتنا محقق ہے کہ علامہ ابن حجر عسقلانی کو بھی باوجود شافعی عصبیت کے یہ تسلیم کرنا پڑا کہ حضرت امام اعظم تابعی تھے انھوں نے کوفے میں اس وقت موجود متعدد صحابہ کی زیارت کی۔

تابعی ہونے کے لئے صحابی کی صرف رویت کافی ہے روایت شرط نہیں جیسے صحابی ہونے کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کافی ہے۔ خود امام بخاری نے صحابی کی یہ تعریف کی ہے۔

من صحب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم او راٰہ من المسلمین جسے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی یا
فھو من اصحابہ بخاری ج۱ ص۵۱۵۔ جس نے آنحضور کی زیارت کی وہ حضور کے اصحاب میں سے ہے

حضرت امام اعظم کی تابعیت سے انکار بداہت کا انکار ہے۔ ہماری تحقیق کے مطابق حضرت امام اعظم کی ولادت ۷۰ھ میں ہوئی ہے۔ اگر اسے کوئی صاحب صحیح نہ مانیں ۸۰ھ ہی سن ولادت مانیں جب بھی خود کوفے میں حضرت عبد اللہ بن اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے صحابہ اور ایک قول کی بنا پر حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ بھی کوفے ہی میں تشریف فرما تھے۔ تو ان حضرات کی زیارت کرنا یقینی ہے۔ اس دور میں مسلمانوں کو صحابۂ کرام کی زیارت اور ان سے حصول برکت کا کتنا شوق تھا یہ سب کو معلوم ہے۔ کیا کسی کو اس کا گمان ہو سکتا ہے کہ حضرت امام اعظم سترہ اٹھارہ یا کم از کم سات آٹھ سال کے ہو گئے اور ان کے شفیق والدین نے انھیں صحابی رسول اللہ کی زیارت اور دعا سے محروم رکھا ہوگا۔ اور اگر بالفرض یہی مان لیا جائے کہ مؤخر الذکر مکے ہی میں تھے تو ان کی زیارت کرنا بھی یقینی ہے۔ اس لئے کہ بربنائے قول صحیح ان کا وصال ۱۱۰ھ میں ہوا ہے۔ اس وقت تک حضرت امام کی عمر مبارک کم از کم تیس سال تھی۔ پہلا حج حضرت امام اعظم نے ۹۶ھ میں اپنے والد کے ہمراہ کیا ہے[۱]۔ اور حضرت امام اعظم نے پچپن[۵۵] حج کئے تھے۔ ۱۵۰ھ دوسری شعبان کو وصال ہوا ہے۔ اس حساب سے ظاہر کہ حضرت ابو الطفیل کی حیات میں انھوں نے پندرہ حج کئے اور اگر ان کا وصال ۱۰۰ھ میں مانا جائے تو ان کی حیات میں کم از کم پانچ حج کئے۔ کون ایسا بدبخت مسلمان ہوگا کہ اسے معلوم ہو کہ مکہ معظمہ میں صحابی رسول موجود ہیں اور ان کی زیارت کا شرف نہ حاصل کرے۔ اسی طرح بروایت صحیح ثابت ہے کہ حضرت امام نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی متعدد بار زیارت کی۔ حضرت انس کوفہ تشریف لاتے رہتے تھے حضرت علامہ ابن حجر نے حضرت انس

---

[۱] مناقب للموفق، کردری۔

اور حضرت عبداللہ بن اوفی کی زیارت کی تصریح کی ہے۔ تفصیل کے لیے تبییض الصحیفہ ص۶ کا مطالعہ کریں۔ علاوہ ازیں تہذیب التہذیب میں بھی حضرت ممدوح نے تصریح کی ہے کہ امام اعظم نے حضرت انس کو دیکھا ہے۔ علاوہ ازیں ابن سعد نے اپنے طبقات میں بھی اس کی تصریح کی ہے۔ نیز امام ذہبی، امام نووی، خطیب بغدادی، دارقطنی، ابن الجوزی، علامہ زین عراقی، علامہ سخاوی، امام یافعی، امام جزری، امام ابونعیم، علامہ ابن حجر مکی، علامہ ابن عبدالبر سمعانی، علامہ عبدالغنی مقدسی، سبط ابن الجوزی، فضل اللہ تورپشتی، ولی عراقی، ابن الوزیر علامہ خطیب قسطلانی وغیرہ نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ امام اعظم نے حضرت انس کی زیارت کی ہے۔ ائمہ احناف میں سے جنھوں نے یہ قول کیا ہے۔ ان کی تعداد ان کے علاوہ ہے۔

صحابہ سے سماع حدیث یہ موضوع البتہ غور طلب ہے کہ حضرت امام اعظم نے کسی صحابی سے حدیث سنی ہے یا نہیں۔ جو لوگ اس کے قائل ہیں کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی صحابی سے حدیث نہیں سنی ان کا سب سے بڑا استدلال یہ ہے کہ اگر حضرت امام اعظم نے کسی صحابی سے حدیث سنی ہوتی تو ان کے اخص الخواص تلامذہ حضرت امام ابو یوسف حضرت امام محمد اسکو ضرور روایت کرتے۔

لیکن یہ کوئی ضروری نہیں۔ امام مسلم امام بخاری کے تلمیذ ہیں اور امام بخاری کے انتہائی مداح مگر اپنی صحیح میں ان سے ایک بھی حدیث نہیں روایت کی۔ اس کے برخلاف حضرت امام ابو یوسف کے واسطے سے ایسی احادیث کی روایت بھی ثابت ہے علامہ موفق نے اپنے مناقب میں امام ابو یوسف کے واسطے سے حدیث نقل فرمائی کہ حضرت امام ابوحنیفہ نے فرمایا میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

الدال علی الخیر کفاعلہ واللہ یحب اغاثۃ اللھفان۔ نیکی کی رہنمائی کرنے والا نیکی کرنے والے کے مثل ہے اور اللہ تعالیٰ مصیبت زدہ کی دستگیری کو پسند فرماتا ہے۔

یہ ایک نظیر ہے ورنہ مناقب موفق کا مطالعہ کریں ان میں امام ابو یوسف کی متعدد ایسی روایتیں ہیں۔ جو حضرت امام اعظم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے براہ راست سنی ہیں۔

اسکے علاوہ مسند حصکفی میں جامع بیان العلم فتح المغیث للسخاوی۔ میں متعدد ایسی احادیث کی نشاندہی کی ہیں جنھیں حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے براہ راست صحابہ سے سنی ہیں۔

اس لئے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صحابہ کی زیارت اور ان سے روایت دونوں ثابت ہے اور رویت و زیارت کا ثبوت ہر شک و شبہے سے بالاتر ہے۔

تعلیم حضرت امام اعظم کے بچپن کا زمانہ فتنوں سے بھرا تھا۔ شہنشاہ عبدالملک بن مروان کی طرف سے مشہور زمانہ ستمگر

حجاج بن یوسف عراق کا گورنر تھا۔ چونکہ پیشوایان مذہب ائمہ وقت حجاج کی چیرہ دستیوں سے خوش نہیں تھے۔ اس لئے یہی لوگ اس کے مظالم کے زیادہ نشانہ تھے۔ فقہا، محدثین اگرچہ علم فقہ وعلم حدیث کی تعلیم وتدریس میں مصروف تھے۔ مگر پورا عراق حجاج کے مظالم سے بے اطمینانی کی حالت میں تھا۔ حضرت امام اعظم اپنے ابتدائی دور میں آبائی پیشہ تجارت میں مصروف رہے۔ اور کپڑے کا ایک کارخانہ قائم کرلیا تھا ـــــ مسلمانوں کی خوش بختی کہ ۹۵ھ میں حجاج اور ۹۶ھ میں ولید بن عبدالملک مرگیا۔ اور اس کی جگہ سلیمان بن عبدالملک تخت نشیں ہوا۔ سعادت ازلی نے اسکی رہنمائی کی کہ اس نے، حضرت عمر بن عبدالعزیز کو اپنا مشیر خاص بنایا اور مرتے وقت اپنے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز کو ولی عہد کرگیا۔ یہ ۹۹ھ میں مرگیا۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے مسند خلافت کو زینت بخشی تو انھوں نے جہاں ملک کی سیاسی انتظامی بدعنوانیوں کا ازالہ کیا وہیں احادیث نبویہ وقضایا صحابہ کی تلاش وجستجو اور جمع وتدوین اور نشر واشاعت پر خصوصی توجہ دی۔ جس کی قدرے تفصیل گذرچکی ہے۔

اسی دور میں حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں تحصیل علم کا شوق پیدا ہوا۔ اور اس پر محرک یہ واقعہ بھی ہوا حضرت امام ایک دن بازار جارہے تھے۔ راستے میں حضرت شعبی کا گھر پڑتا تھا حضرت امام جب ان کے مکان سے گذرے تو امام شعبی نے انکو بلایا اور پوچھا کس سے پڑھتے ہو انھوں نے جواب دیا کسی سے نہیں۔ امام شعبی نے فرمایا تم میں استعداد کے جوہر نظر آرہے ہیں۔ علماء کے پاس بیٹھا کرو اس نصیحت نے ان کے دل میں گھر کرلیا پھر پوری توجہ اور اہتمام سے تحصیل علم میں مصروف ہوگئے۔

ابتداءً حضرت امام کی توجہ علم کلام پر تھی علم کلام سے مراد آج کا موجودہ علم کلام نہیں بلکہ اس عہد میں مذہبی بنیادی اختلافات پر قرآن وحدیث سے صحیح موقف کی حمایت اور غلط نظریے کی تردید مراد ہے۔ لیکن حضرت امام نے دیکھا کہ مسلمانوں کے عوام وخواص حکام قضاۃ زہاد سب کو جس چیز کی ضرورت ہے وہ فقہ ہے۔ ایک دن ایک عورت آئی اور اس نے حضرت امام اعظم سے یہ پوچھا کہ سنت کے طریقے پر طلاق دینے کی کیا صورت ہے یہ خود نہ بتاسکے اس سے کہا کہ حضرت حماد سے جاکر پوچھ لے اور وہ جو بتائیں مجھے آکر بتادینا۔ حضرت حماد کا گھر قریب ہی تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں یہ عورت واپس آئی اور حضرت حماد کے جواب کو بتایا۔ حضرت امام اعظم فرماتے ہیں اس سے مجھے بہت غیرت ہوئی اور اٹھا حضرت حماد کے یہاں حاضر ہوا اور ان سے فقہ حاصل کرنے لگا۔

تحصیل حدیث | احناف کی کتب فقہ واصول فقہ اس کی شاہد عدل ہیں کہ فقہ حنفی کی بنیاد، کتاب اللہ، احادیث رسول اللہ پھر اجماع امت پر علی الترتیب ہے۔ سب پر مقدم کتاب اللہ ہے۔ کتاب میں کوئی حکم شرعی ملتا ہے تو وہ سب پر مقدم ہے اگرچہ وہ صراحۃً نہ ملے۔ اشارۃً ملے اقتضاءً ملے۔ جب کتاب اللہ میں کوئی حکم نہیں ملتا تو دوسرے درجہ پر احادیث ہیں۔ جب احادیث میں بھی کوئی حکم نہیں ملتا تو امت کے اجماع کو دیکھتے ہیں۔ اگر اس خصوص میں امت کا اجماع نہیں ملتا تو اس کے بعد قیاس کی منزل آتی ہے۔ یہ ترتیب وہی ہے جو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یمن جاتے وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

استفسار پر عرض کیا تھا۔ جس کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیحد پسند فرمایا اس کی تفصیل یہ ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن کا والی نامزد فرمایا تو پوچھا اے معاذ! فیصلہ کس بنیاد پر کروگے انھوں نے عرض کیا اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا فرمایا اگر اس میں نہ پاؤ تو۔ عرض کیا رسول اللہ کی سنت سے۔ فرمایا اگر اس میں بھی تم نہ پاؤ تو۔ عرض کیا اجتھد برائی۔ پورا غور و خوض کر کے اپنی رائے سے فیصلہ کروں گا۔ یہ جواب سنکر حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جوش مسرت میں ان کے سینے پر دست مبارک ملا اور فرمایا۔

الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ لما یرضی بہ رسول اللہ [1] — اللہ کا شکر ہے کہ اس نے رسول اللہ کے فرستادہ کو اس بات کی توفیق دی جو رسول کو پسند ہے۔

اس پر احناف کے لاکھوں لاکھ مسائل کا ایک ایک جزئیہ شاہد ہے۔ احناف کو اس بارے میں اتنا اہتمام ہے کہ کتاب اللہ کے عام میں قیاس تو قیاس خبر واحد سے بھی تخصیص نہیں کرتے۔ کتاب اللہ کے مطلق کو قیاس تو بہت بعید ہے خبر واحد سے بھی مقید نہیں کرتے۔ اس پر ذیل کا واقعہ شاہد ہے۔ میزان الشریعۃ الکبریٰ میں امام عبد الوہاب شعرانی فرماتے ہیں ابو مطیع نے کہا۔ میں کوفے کی جامع مسجد میں امام ابوحنیفہ کے ساتھ تھا۔ کہ حضرت امام جعفر صادق۔ سفیان ثوری۔ مقاتل بن حبان۔ حماد بن سلمہ وغیرہ بہت سے فقہا آئے۔ ان حضرات نے، حضرت امام ابوحنیفہ سے کہا۔ ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ آپ دین میں قیاس بہت کرتے ہیں اس سے ہمیں اندیشہ ہے۔ اس پر حضرت امام نے ان لوگوں کے سامنے اپنے مسائل پیش کئے۔ اور صبح سے زوال کے پہلے تک ان لوگوں سے مناظرہ ہوتا رہا۔ امام نے کہا۔ میں کتاب اللہ پر عمل سب پر مقدم رکھتا ہوں۔ پھر سنت پر۔ پھر صحابہ کے متفقہ فیصلے پر۔ پھر ان کے مختلف فیہ فیصلوں میں جو قوی ہو اس پر۔ اس کے بعد قیاس کرتا ہوں۔ حضرت امام اعظم نے جو اصول بتائے اسی پر اپنے تمام مسائل ثابت کر دیئے جس کے نتیجے میں وہ حضرات باغ باغ ہو گئے اور سب نے ان کے ہاتھوں اور گھٹنوں کو بوسے دیئے اور فرمایا۔

انت سید العلماء فاعف عنا فیما مضی منا من وقیعتنا فیک بغیر علم نقال غفر اللہ تعالیٰ لنا ولکم اجمعین — آپ علماء کے سردار ہیں اب تک ہم نے غلط فہمی میں آپ کو جو کچھ کہا ہے اسے معاف کردیں امام نے فرمایا۔ اللہ مجھے اور آپ سب لوگوں کو معاف فرمائے۔

چونکہ احادیث فقہ کی بھی بنیاد ہیں۔ اور کتاب اللہ کے معانی و مطالب کی بھی اساس ہیں۔ اس لئے حضرت امام اعظم نے حدیث کی تحصیل میں انتھک کوشش کی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ حدیث کا درس شباب پر تھا۔ تمام بلاد اسلامیہ میں اس کا درس زور و شور کے ساتھ جاری تھا۔ اور کوفہ تو اس خصوص میں ممتاز تھا۔ کوفے کا اس وصف خصوصی میں امتیاز امام بخاری کے عہد تک باقی رہا۔

---

[1] مشکوٰۃ رواہ الترمذی وابوداؤد والدارمی ۔ ص ۳۲۴

اسی لئے موصوف کو فقہ اتنی بار گئے کہ خود فرمایا شمار نہیں کر سکتا۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض و عناد کی بنا پر کوفے سے شدید نفرت رکھنے والے ایک مجتہد صاحب نے کوفے کے ان مشاہیر کی تعداد تیرہ بتائی ہے جن سے امام بخاری کو شرف تلمذ حاصل ہے۔ جب کہ مدینہ طیبہ کے ایسے مشائخ کی تعداد صرف چھ اور مکہ معظمہ کے صرف پانچ اور بغداد کے صرف چار بتا سکے ہیں[1]۔

اس سے ظاہر ہے کہ اسّی سال کے بعد جب کوفے کا یہ حال تھا تو اسّی سال پہلے عہد تابعی میں کوفے کی گلیوں میں علم حدیث کا دریا کتنا موجزن رہا ہوگا۔ ظاہر ہے کہ جو شہر ایک ہزار پانچسو صحابۂ کرام کے قدوم میمنت لزوم سے فیض یاب ہو چکا ہو وہ بھی ان منتخب سابقین اولین سے جن میں ستر بدری اور تین سو اصحاب بیعت رضوان تھے۔ پھر جسے باب العلم حضرت علی حضرت سعد بن وقاص حضرت عبد اللہ بن مسعود حضرت مغیرہ بن شعبہ حضرت ابو موسیٰ اشعری حضرت عبد اللہ بن عباس رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنے اپنے وجود با جود سے خیر و برکت کا سر چشمہ بنا دیا ہو وہ یقیناً اسی لائق ہے کہ امیر المومنین فی الحدیث ہونے کے لئے امام بخاری بھی اس شہر کے تمام بلاد اسلامیہ سے زیادہ محتاج رہے۔

حضرت امام نے حدیث کی تحصیل کی ابتدا یہیں سے کی۔ کوفے میں کوئی ایسا محدث نہ تھا جس سے آپ نے حدیث اخذ نہ کی ہو۔ ابو المحاسن شافعی ہیں مگر ان کو بھی یہ اعتراف کرنا پڑا کہ ترانوے وہ مشائخ ہیں جو کوفے کے رہنے والے تھے یا کوفے میں تشریف لائے جن سے امام اعظم نے حدیث اخذ کی۔ اور یہ تو کوئی بھی تہذیب الاسماء تذکرۃ الحفاظ وغیرہ کا مطالعہ کر کے معلوم کر سکتا ہے کہ امام صاحب نے کوفے کے ایسے ۲۹ محدثین سے حدیث حاصل کی جن میں اکثر تابعی تھے۔ جن میں چند مشاہیر کے نام ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں۔ مسلم الثبوت ائمہ محدثین ہیں کہ سفیان ثوری امام احمد بن حنبل وغیرہ کے سلسلۂ اسناد میں ان میں کے اکثر بزرگ ہیں۔ حضرت امام اعظم کے مشائخ حدیث میں، امام شعبہ بھی ہیں انھیں دو ہزار حدیثیں یاد تھیں۔ سفیان ثوری نے انھیں امیر المومنین فی الحدیث کہا ہے۔ امام شافعی نے فرمایا کہ اگر شعبہ نہ ہوتے تو عراق میں حدیث اتنی عام نہ ہوتی۔ سنہ ۱۶۰ھ میں وصال ہوا۔ جب سفیان ثوری کو ان کی وفات کی خبر ہوئی تو انھوں نے کہا کہ آج علم حدیث مر گیا۔ امام شعبہ کو حضرت امام اعظم سے قلبی لگاؤ تھا۔ غائبانہ ان کی ذہانت و نکتہ رسی کی تعریف کرتے رہتے ایک بار ذکر آیا تو شعبہ نے کہا جس طرح مجھے یقین ہے کہ آفتاب روشن ہے اسی یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ علم اور ابو حنیفہ ہم نشین ہیں۔ یحیی بن معین استاذ امام بخاری سے کسی نے امام اعظم کے بارے میں پوچھا کہ ان کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ فرمایا۔ اس قدر کافی ہے کہ شعبہ نے انھیں حدیث روایت کرنے کی اجازت دی شعبہ آخر شعبہ ہی تھے۔ عقود الجمان باب دہم۔

---

[1] سیرت بخاری صفحہ ۱۲۵، ۱۲۶

کوفے کے علاوہ حضرت امام اعظم نے بصرے کے تمام محدثین سے حدیثیں حاصل کیں۔ اس وقت بصرہ بھی علم وفضل خصوصاً علم حدیث کی بہت اہم درسگاہ تھا۔ یہ شہر بھی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بسایا تھا اور یہ شہر خصوصیت سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وجہ مرکز حدیث بن گیا تھا۔ علامہ ذہبی جیسے مبصر نے دوسرے تیسرے دور میں جن عظیم شخصیتوں کو محدث کا خطاب دیا ہے وہ بصرے یا کوفے ہی کے رہنے والے یا یہاں اکثر آمدرفت رکھنے والے تھے۔ تذکرۃ الحفاظ۔

حضرت امام اعظم نے ان دونوں مراکز سے ہزاروں ہزار۔ احادیث حاصل کیں۔ مگر امام اعظم ہونے کے لئے ابھی اور بہت کچھ ضرورت باقی تھی یہ کمی حرمین طیبین سے پوری فرمائی۔ گذر چکا کہ پہلا سفر حضرت امام نے ۹۶ھ میں کیا تھا۔ اور عمر میں ۵۵ حج کئے ۱۵۰ھ میں وصال ہوا تو اس سے ثابت ہوا کہ ۹۶ھ کے بعد کسی سال حج ناغہ نہ ہوا۔ اس لئے حرمین طیبین کی حاضری کم از کم ۵۵ بار ۹۶ھ کے بعد سے مسلسل بلاناغہ ہوئی۔ اس عہد میں حضرت عطاء بن رباح مکہ معظمہ میں سرتاج محدثین تھے۔ یہ تابعی ہیں دو سو صحابۂ کرام کی صحبت کا ان کو شرف حاصل ہے۔ خصوصاً حضرت ابن عباس، ابن عمر، اُسامہ، جابر، زید بن ارقم، عبداللہ بن سائب، عقیل بن رافع، ابوالدرداء، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بھی احادیث سنی ہیں۔ یہ محدث ہونے کے ساتھ ہی ساتھ بہت عظیم مجتہد بھی تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے تھے کہ عطاء کے ہوتے ہوئے لوگ میرے پاس کیوں آتے ہیں۔ ایام حج میں حکومت کی طرف سے اعلان عام ہوجاتا تھا کہ، عطاء کے علاوہ اور کوئی فتویٰ نہ دے۔ اساطین محدثین۔ امام اوزاعی۔ امام زہری، امام عمرو بن دینار انھیں کے تلمیذ خاص تھے۔

حضرت امام اعظم جب ان کی خدمت میں تلمذ کے لئے حاضر ہوئے تو حضرت عطاء نے ان کا عقیدہ پوچھا امام اعظم نے کہا میں اسلاف کو بُرا نہیں کہتا، گنہگار کو کافر نہیں کہتا۔ ایمان بالقدر رکھتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت عطاء نے داخل حلقہ درس کیا۔ دن بدن حضرت امام کی ذکاوت فطانت روشن ہوتی گئی۔ جس سے حضرت عطاء ان کو قریب سے قریب تر کرتے رہے یہاں تک عطاء دوسروں کو ہٹا کر امام اعظم کو اپنے پہلو میں بٹھاتے۔ حضرت امام جب مکہ حاضر ہوتے تو اکثر حضرت عطاء کی خدمت میں حاضر رہتے۔ ان کا وصال ۱۱۵ھ میں ہوا تو ثابت ہوا کہ تقریباً بیس سال ان سے استفادہ کرتے رہے۔

مکہ معظمہ میں حضرت امام نے ایک اور وقت کے امام حضرت عکرمہ سے اخذ علوم فرمایا عکرمہ سے کون واقف نہیں۔ یہ حضرت علی ابوہریرہ، ابن عمر، عقبہ بن عمرو، صفوان، جابر، ابوقتادہ ابن عباس رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے تلمیذ ہیں۔ تقریباً ستر مشاہیر ائمہ تابعین تفسیر وحدیث میں ان کے تلمیذ ہیں۔

مکہ معظمہ عام دنوں میں مرکز علم وفن تھا ہی حج کے ایام میں پوری دنیا اسلام کے ائمہ حدیث وتفسیر وفقہ حرمین طیبین میں اکٹھے ہوجاتے۔ اس لئے حج کے ایام میں ان سب سے اخذ فیض کا بہت اچھا موقع ہوتا۔ اور حضرت امام اس سے بھرپور فائدہ اٹھاتے

مکہ معظمہ ہی میں امام شام حضرت اوزاعی سے ملاقات ہوئی ۔ اوران کا حضرت امام سے مشہور مناظرہ ہوا ۔ جس سے امام اوزاعی کی حضرت امام سے مکمل صفائی ہوگئی ۔ اور مکہ معظمہ ہی میں دوسرے امام شام حضرت مکحول سے بھی ملاقات ہوئی ۔

مدینہ طیبہ میں جب حضرت امام حاضر ہوئے تو فقہاء سبعہ میں سے دو بزرگ باحیات تھے ۔ ایک سلیمان جن کا دوسرا نمبر تھا ۔ یہ حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے غلام تھے ۔ دوسرے حضرت سالم یہ حضرت فاروق اعظم کے پوتے حضرت عبداللہ کے صاحبزادے تھے ۔ حضرت امام اعظم نے خصوصیت سے ان دونوں اماموں سے احادیث اخذ کیں ۔ ان کے علاوہ اور دوسرے حضرات سے بھی فیض پایا ۔

کہنے کو تو حضرت امام اعظم کے طلب علم کا میدان صرف کوفے سے بصرہ اور حرمین طیبین تک محدود ہے مگر اس کی وسعت اتنی ہے کہ چار ہزار شیوخ سے احادیث اخذ کیں ۔